جماعتِ احمدیہ لاہور کا پیغام

اور

اس کا مقام

تقریر جناب ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نائب صدر

بر موقعہ ساتویں احمدیہ کنونشن لندن اگست ۱۹۷۵ء

الناشر

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

بار اول اگست ۱۹۷۶ء — اُمید پریس لاہور — تعداد ایک ہزار

www.aaiil.org

جماعت احمدیہ لاہور کا پیغام

اور

اس کے فرائض منصبی

جماعت احمدیہ احیائے اسلام کی ایک تحریک ہے

میں شروع ہی میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تحریک احمدیہ کسی رنگ میں بھی کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ اس کے خلاف یہ مذہب اسلام کی اصلی اور قدیم شکل وصورت کی تجدید کرنے والی ایک تحریک ہے۔ نہ صرف یہ کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ تحریک اسلام میں کسی نئے فرقہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی، فی الحقیقت یہ تحریک ایک الٰہی سکیم ہے جس کا مقصد موجودہ دنیا میں اسلام کی حقیقی اور سچی تعلیمات کو واضح کرنا ہے۔ یہ ایک ایسی مہم ہے جس کی غرض اسلامی اصولوں کی صداقت اور غلبہ ثابت کرنا اور مذہب اسلام کی فتح حاصل کرنے والی طاقتوں کو دوبارہ زندہ کرنا ہے۔

قرآن اور سنت ۔ تجدید اسلام کے بنیادی مرکز ہیں

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں یہ تحریک اسلام

کی قدیم اور حقیقی شکل وصورت کے احیاء اور دوبارہ زندہ کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے ۔

اسلام کے دو سب سے بڑے اور حقیقی سرچشمے قرآن کریم اور سنتِ رسول صلعم ہیں۔ اس بات میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہو سکتا کہ یہی سرچشمے دو بڑی بنیادیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ ہر وہ عقیدہ یا خیال اور تعلیم جس کی تائید قرآن اور سنت میں پائی جائے مذہب اسلام کا حصہ سمجھا جائے گا اور ہر وہ خیال جو ان دونوں بنیادی چیزوں کے مخالف ثابت ہو مسترد کر دیا جائیگا۔ یہی دونوں سرچشمے دنیا بھر کے مسلمانوں میں اخوت کی بنیاد ہیں۔ کسی عقیدہ کی تفصیل اور تفہیم میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن جب تک وہ ان دونوں بنیادی سرچشموں پر ایمان اور ان سے وابستگی رکھتے ہیں، باہمی فروعی اختلافات سے قطع نظر وہ سب مسلمان ہیں۔ جماعت احمدیہ کے تمام ممبران غیر مبہم طور پر اعلان کرتے ہیں کہ قرآن اور سنت، مذہب اسلام کے بنیادی ستون ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے اس لازمی اصول کی خلاف ورزی ہی زیادہ تر ان کے غیر متحد ہونے اور باہمی اختلافات اور فرقہ بندی کا موجب ہے، بانی تحریک احمدیت اس زمانہ میں وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے تکفیر (یعنی برادران اسلام کو لامذہب اور بے ایمان قرار دینے) کے قابل نفرت طریق کے خلاف آواز بلند کی۔ آپ نے کلام الٰہی کی طرف رخ کرنے پر زور دیا جو سب سے بڑا محور ہے جس کے گرد ترقی اسلام اور اخوت اسلامی کی تحریک چکر لگا رہی ہے۔ قرآن کریم نے خود ہدایت کی ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ سب کے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو (سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲) اللہ کی رسی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قرآن کریم کے سوائے اور کوئی نہیں۔

اس لئے جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے عامۃ المسلمین کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ وہ کلام الٰہی کو اپنا مطمح نظر بنائیں اور قرآن کریم اور سنت نبوی کی حقیقی سپرٹ کو ہی سمجھ

کہ اس پر عمل پیرا ہوں اور صرف زبانی تلاوت، اندھا دھند تقلید اور رسمیات کو ہی مدِ نظر نہ رکھیں۔

تحریک احمدیہ لاہور زمانہ حال کی سب سے بڑی احیائی تحریک ہے!

یہ مسلّمہ امر کہ تحریک احمدیہ لاہور' اسلام کے بنیادی اصولوں کے احیاء کی موجب ثابت ہوئی ہے بڑے بڑے فضلائے اسلام نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس کی صرف ایک مثال مسٹر مارمڈیوک پکتھال (بہت بڑے انگریز نومسلم اور مترجم قرآن) کا وہ بیان ہے جو انہوں نے حضرت مولینا محمدؐ علی کی کتاب "دی ریلیجن آف اسلام" پر تبصرہ کرتے ہوئے دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے مولینا محمدؐ علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں۔ ان کی اور خواجہ کمال الدین کی تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریک احمدیت ایک خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے۔ یہ موجودہ تصنیف ہماری رائے میں مولانا ممدوح کا ایک نہایت شاندار کارنامہ ہے۔ یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن وسنّت سے خوب واقف ہے اور جس کے دل میں گذشتہ پانچ صدیوں کے اسلام کے انحطاط کا درد ہے اور جس کے دل میں اس کی نشاۃ ثانیہ کیلئے ایک امید موجزن ہے۔ جس کے آثار اب چاروں طرف نظر آنے لگے ہیں۔ معزز مصنّف نے عبادات اور فرائض مذہب

کی روایاتی پوزیشن میں ایک بال برابر بھی کمی بیشی نہ کرتے ہوئے ایک وسیع طرز بیان اختیار کیا ہے جس میں ان اعمال اور قوانین میں تغیّر و تبدل بالکل جائز اور پسندیدہ ہے جو قرآن کریم کے کسی حکم پر مبنی نہیں، نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فرمان پران کی بناء ہے۔"

میں نے مندرجہ بالا بیان اس غرض سے نقل کیا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ مسلّمہ مسلم فضلا کے نزدیک جہاں اسلامی روایات قرآن اور سنت پر مبنی نہ ہوں، وقتی ضروریات کے ماتحت ان میں تغیّر و تبدّل کرنا جائز ہے۔ تجدید دین کا خیال ہی اس حقیقت کا مظہر ہے کہ پیروان اسلام کسی نہ کسی پہلو سے اسلام کی صحیح تعلیمات پر قائم نہیں رہے۔ ایک مجدّد کی بعثت کی ضرورت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب مذہب کے اصل خط و خال مسخ ہو گئے ہوں۔ علاوہ ازیں نئی ضروریات تحقیقات کی نئی سمت اختیار کرنے کی متقاضی ہوتی ہیں بالکل اسلام میں مجدّد دین کی یہی اصل پوزیشن ہے جس کا دعوٰی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کیا ہے۔

اسلامی جہاد زمانہ حال کے بدلے ہوئے حالات میں

لیکن جماعت احمدیہ لاہور کا مکمل پیغام صرف قرآن کی طرف واپس آنے سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ قرآن کو لیکر آگے قدم بڑھانا اس کا حقیقی منشا ہے۔ زمانہ حال کے بالکل بدلے ہوئے حالات میں ضروری ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات واقف دنیا میں واضح کی جائیں اور انہیں وسیع طور پر پھیلایا جائے۔ سائنسی تحقیق و تفتیش کے تقاضا کے ماتحت سچائی کی چھان بین کا معیار مکمل طور پر بدل گیا ہے۔ اندھا دھند تقلید اور کسی غیر مدلل سند

کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینے کا طریق بالکل بدل گیا ہے اور اس کے بجائے معقول دلائل، قابلِ یقین ثبوت، قانونِ فطرت کے ساتھ مطابقت اور انسانیت کے فطری تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔ مذہب کے بارہ میں مسلّمہ معیار اب یہ قرار پایا ہے کہ انسانیت کا آئندہ مذہب وہی ہوگا جو انسانیت کے موجودہ مسائل کو تسلی بخش طریق سے حل کر سکے، احمدیت کا مطمحِ نظر اسلام اور قرآن ہے اور صرف وہی دونوں موجودہ دنیا کے مسائل کو حل کر سکتے ہیں بانیٔ تحریکِ احمدیت نے قرآن کریم کو سب چیزوں پر مقدم رکھتے ہوئے مسلمانوں کو جہاد بالقرآن کے عظیم الشان کام کی طرف توجہ دلائی۔ یہ بہت بڑی بے انصافی ہے کہ ان پر منسوخیٔ جہاد کا الزام لگایا جائے۔ اس سے بڑھ کر دور از صداقت کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ بانیٔ تحریکِ احمدیت اور تمام احمدی قرآن کریم کے لفظ لفظ پر ایمان رکھتے ہیں اور جہاد کا حکم ان کے نزدیک ویسا ہی معقول اور قابلِ عمل ہے جیسے دوسرے مسلمانوں کا اس پر ایمان ہے۔ بانیٔ احمدیت نے جہاد کے حکم کی تردید نہیں کی بلکہ اس قدیم غلط بیانی کی تردید کی ہے جو مغرب میں اس بہت بڑی غلط فہمی کا موجب ہوئی ہے کہ جہاد کا لفظ اس بات کا مترادف ہے کہ غیر مسلموں کو تیغ و سنان کے ذریعے جنگ کرکے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔ مسلمان خود بھی اس بات پر جمے ہوئے تھے ایک خونی مہدی کی آمد پر ایمان مسلمانوں میں پایا جاتا تھا اور تلوار کے ذریعے تبدیلِ مذہب کو جائز سمجھ لیا گیا تھا اس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ جہاد بالقرآن کی اہمیت کو بالکل بھلا چکے ہیں۔ یہ بانیٔ احمدیت کا کام تھا کہ اس بارہ میں تمام غلط خیالات کو مسترد کرکے ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھا۔ آپؑ نے جہاد بالقرآن پر صرف نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملاً بہت بڑا زور دیا۔ اپنی ذاتی عملی مثال سے آپؑ نے واضح کیا کہ جہاد بالقرآن کس طرح کیا جا سکتا ہے اور یہی ولولہ اپنے مریدوں کے دلوں میں بھی پیدا کیا، اس طریق سے آپؑ نے دنیا میں اسلام کی برتری ثابت کی اور وہ راہ بتلائی جس پر چل کر مسلمان دنیوی طور پر کمزور ہونے کے باوجود طاقتور اقوام کو اسلام

کے جوئے تلے لا سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ اس ہتھیار کو جو قرآن کریم کی شکل میں انہیں دیا گیا صحیح طور پر استعمال کریں۔ جہاد بالقرآن اور اشاعت اسلام کے ایک ہی معنے ہیں ، ان خیالات کو تازہ کرنے میں احمدیت کو کس قدر کامیابی حاصل ہوئی اس کا اندازہ اس امر واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ آج جب کوئی شخص اشاعت اسلام کا ذکر کرے تو اسے احمدی سمجھ لیا جاتا ہے۔ مسلمان اس بہت بڑی طاقت سے جو قرآن کی شکل میں انہیں حاصل ہے بالکل غافل رہے یہاں تک کہ احمدیت نے اس اعلیٰ حقیقت پر عمل پیرا ہونے کے لئے انہیں بیدار کیا۔ جہاد فی الحقیقت مسلمانوں پر ہر حالت میں واجب ہے لیکن یہ وہی جہاد ہے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے تمام حالات میں جاری رکھا خواہ ان کی سکونت کہیں تھی یا مدینہ میں اسی عظیم الشان صداقت کو مسلمانوں پر واضح کرنا احمدیت کے اولین کاموں میں سے ایک ضروری کام ہے۔

اسلام میں ایک آسمانی مقرر کردہ احیائی تحریک کی ضرورت

آگے چلنے سے پہلے میں آپ کے سامنے بانیٔ احمدیت کی تصنیفات کے کچھ اقتباسات رکھنا چاہتا ہوں۔ آپؑ کی سب سے پہلی تصنیف **براہین احمدیہ** سے اس ولولہ کا پتہ لگتا ہے جو اشاعت اسلام کے متعلق آپؑ کے قلب میں موجزن تھا۔ آپ کے منصب مجددیت پر فائز ہونے کی اصل غرض یہی تھی کہ دوسرے مذاہب پر اسلام کا غلبہ ثابت کیا جائے، آپؑ لکھتے ہیں :-

"روحانی طور پر دینِ اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعے سے مقدر ہے۔ گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو اور اگرچہ دینِ اسلام اپنے دلائل حقہ کے رو سے

قدیم سے غالب چلا آیا ہے اور ابتدا سے اس کے مخالف رُسوا اور
ذلیل ہوتے چلے آئے ہیں لیکن اس غلبے کا مختلف فرقوں
اور قوموں پر ظاہر ہونا ایک ایسے زمانے کے آنے پر موقوف تھا
جو بباعث کھُل جانے راہوں کے تمام دنیا کو ممالک متحدہ
کی طرح بنا تا ہو"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۹۹ حاشیہ در حاشیہ ۳)

"پس خداوند تعالےٰ نے اس احقر العباد کو اس زمانہ میں پیدا
کرکے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و
حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ
ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں
شائع اور رائج کرے"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۱ حاشیہ در حاشیہ ۳)

ایسا ہی "فتح اسلام" نامی کتاب میں جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے
دنیا میں فتح اسلام کے موضوع پر مشتمل ہے۔ آپ نے اپنی بعثت کی اصل غرض
یہ بتائی ہے :-

"اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالےٰ نے اس
ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں
میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو
مصلحت عام کے لئے خاص کرکے بغرض اعلائے کلمۂ اسلام
و اشاعتِ نورِ حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانان کے لئے اور
نیز ان کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے لئے

دنیا میں بھیجا" (ص۵)

پھر اسی کتاب میں آپ فرماتے ہیں:۔

"سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اسی تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے اور اسی اسلام کا زندہ کرنا اللہ تعالیٰ آپ سے چاہتا ہے۔" (ص۱۵ تا ۱۷)

مرزا غلام احمد صاحبؑ ایک کثیر التصنیف مصنف تھے، اور ان کی تمام کتابوں اور دیگر تصانیف اور تقاریر میں اور اس کے علاوہ بہت سی فارسی اور اردو نظموں میں وہ زبردست جذبہ پایا جاتا ہے جو اشاعت اسلام کے لئے آپ کے دل میں موجزن تھا، اور آپؑ کی تصنیفات اس امید، ایسی دعاؤں اور خوشخبریوں سے بھری ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی فتح کے دن قریب ہیں۔ یہ ایک نہایت متعجب انگیز امر ہے کہ ایک ایسے گاؤں میں رہتے ہوئے جو تمام حالیہ تحریکات و واقعات سے کٹا ہوا تھا نہ انگریزی زبان کا علم اور مغربی دنیا سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہوئے آپؑ نے بالخصوص مغرب میں

اشاعت اسلام کے خیال کو اپنا مطمحِ نظر بنائے رکھا۔ اپنی ایک کتاب میں جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی آپ لکھتے ہیں :۔

"اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالکِ مغربی جو قدیم سے ظلمتِ کفر و ضلالت میں ہیں آفتابِ صداقت سے منوّر کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصّہ ملے گا۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵)

اس کے بعد آپ نے اپنا ایک کشف لکھا ہے جس میں آپؑ نے دیکھا کہ :۔

"میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل زبان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے۔"

اس کشف کی تفسیر آپ نے یہ لکھی ہے :۔

"اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے انگریز صداقت کے شکار ہو جائیں گے۔"

اس بارہ میں آپ کو زبردست ایمان اور پختہ یقین حاصل تھا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ :۔

"اس نازک زمانہ میں ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ اسلام کا خوبصورت

چہرہ مغرب کی دنیا پر ظاہر کیا جائے اور اس کے لئے راستہ مغربی ممالک کی طرف کھول دیا جائے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵-۵۱۶)

اسلامی موضوعات کو واضح کرنے میں آپ نے کیا حصہ لیا۔

بانی احمدیت نے اسلامی نظریات کی وضاحت میں جو مقالات لکھے ہیں وہ اس قدر متنوع اور اتنے زیادہ ہیں کہ ایک محدود وقت میں ان سب کو بیان کرنا ناممکن ہے میں صرف چند نمایاں خصوصی باتوں کا ذکر کروں گا۔ ایسا کرنے سے پہلے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اولاً تمام وہ امور جن میں بانی سلسلہ نے کسی اسلامی نظریہ کو نئے پیرایہ میں بیان کیا ہے دنیا میں اسلام کی ترقی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں مسلمانوں کے فرقی اختلافات سے ان کا کوئی تعلق نہیں مگر اسلام کی ہستی اور ترقی کے سلسلہ میں بعض ان غلطیوں اور نقائص کو جو اس سے منسوب کر دیئے گئے ہیں انہیں بیان کرنا لازمی تھا۔

دوسری بات جو یاد رکھنی ضروری ہے یہ ہے کہ مذہب اسلام کی شکل میں مکمل ہو چکا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے جو بات بھی مذہب کی تجدید کے سلسلہ میں بیان کی جائے گی وہ صرف اسلام کی بیان کردہ عظیم الشان صداقتوں کی تجدید ہوگی، یعنے قرآن کریم کی تفسیر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہی سے اس کا تعلق ہوگا۔ اسی طریق سے احمدیت نے بہت سی ضروری مذہبی صداقتوں کو خاص اہمیت دی ہے۔

عام لوگوں کی نظر میں غالباً وفات مسیح کا مسئلہ ہی احمدیت کی نمایاں خصوصیت ہے لیکن یہ بالکل صحیح نہیں۔ یہ سچ ہے کہ بانی سلسلہ نے اس مسئلہ پر بہت زور دیا ہے کیونکہ حیات مسیح کا نظریہ اشاعت اسلام کی راہ میں بہت بڑی روک کا موجب تھا اور مسیح موعودؑ

کے دعوے کا دار و مدار بھی اسی مسئلہ پر تھا۔ لیکن احمدیت کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اس خیال کو زندہ کیا کہ اللہ تعالےٰ کا انسان کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑا کام جو بانیٔ احمدیت نے سرانجام دیا وہ یہ ہے کہ آپؑ نے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے راستباز بندوں کے ساتھ کلام کرتا ہے اور یہ کسی رنگ میں بھی ختمِ نبوّت کے منافی نہیں۔ بانیٔ احمدیت کا اصل دعوےٰ مجدّد ہونے کا ہے یعنے دین کو تازہ کرنے والا، اور یہ کہ آپ محدث ہیں جس کو خدا تعالےٰ تائید دین کے لئے مبعوث فرماتا ہے وہ نبی نہیں ہوتا اگرچہ اللہ تعالےٰ اکثر اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تجدید دین کے سلسلہ میں سب سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کا انسان کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ ایک مستند امر ہے کیونکہ اس حقیقت کا موجودہ زمانہ میں عام طور پر بڑی شدّت سے انکار کر دیا گیا ہے۔ ایک مادہ پرست کے نزدیک بھی خدا ایک مشینی ہستی کا نام ہے جس کو ما نند و بود کا آخری سبب کہا جا سکتا ہے۔ لیکن مذہب کی بنا اس حقیقت پر ہے کہ خدا تعالےٰ کا انسان کے ساتھ الہام و کلام کا سلسلہ جاری ہے۔ قریباً تمام مذاہب کی بنیاد الہام الٰہی کے نظریہ پر رکھی گئی ہے۔ لیکن اسلام کے سوائے کوئی دوسرا مذہب اس بات کا قائل نہیں کہ اب بھی اللہ تعالےٰ انسان کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کا سلسلہ رکھتا ہے لیکن خود مسلمان بھی اس کے قائل نہ رہے۔ تحریک احمدیت سے پہلے وہابیت ایک زبردست تحریک تھی مگر اس کے پیرو بھی جو اہلِ حدیث کہلاتے ہیں اسی بات کے قائل ہیں کہ مکالمہ الٰہی صرف گذشتہ زمانوں میں ہوتا تھا اب نہیں۔ اگرچہ حدیث کی معتبر روایات میں صفائی کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ اُمّت محمدیہ میں ایسے لوگ ہوا کریں گے جو اگرچہ نبی نہیں تاہم اللہ تعالےٰ کا مکالمہ اُن کے ساتھ ہوتا رہے گا (رجالٌ یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء) ایسا ہی علی گڑھ کے سر سیّد احمد خان موجودہ زمانے کی تعلیم و تربیت کے اثر سے متاثر ہو کر اسقدر دور نکل گئے کہ انھوں نے انسان کے ساتھ

اللہ تعالیٰ کے الہام و کلام کے نظریہ کا ہی انکار کر دیا۔ ان حالات میں یہ صرف احمدیہ تحریک کے بانی ہی کا حصہ ہے کہ انہوں نے قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کیا کہ مکالمہ الٰہیہ ختم نہیں ہو گیا۔ آپؑ نے اس سلسلہ میں اپنے آپ کو پیش کیا اور دعوےٰ کیا کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ آپؑ کے ساتھ بولتا اور کلام کرتا ہے۔ آپ نے اپنی کتابوں میں بہت سی اپنی پیشگوئیاں درج کی ہیں جو سچی ثابت ہوئی ہیں اور بڑے پُرزور پیرایہ میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ صرف اسلام ہی میں مکالمہ مخاطبہ الٰہی کا سلسلہ جاری ہے اور اس لحاظ سے اسلام ہی دنیا میں زندہ مذہب کی حیثیت رکھتا ہے۔

دوسری بات جو اسلامی حقائق کے سلسلہ میں آپ نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا دوسرے مذاہب کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ بانیٔ احمدیت نے دوسرے مذاہب کے متعلق اسلام کے اس وسیع اور آزاد نظریہ پر زور دیا جو ابتدا میں رائج تھا لیکن امتدادِ زمانہ سے نظر انداز ہو چکا ہے۔ غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کی وجہ سے اسلام کو نہایت متعصب سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ فی الحقیقت یہ نہایت وسیع النظر مذہب ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کبھی کسی کو جبراً مسلمان نہیں کیا گیا نہ ہی آپؐ نے کسی قوم کے خلاف اشاعت اسلام کی غرض سے کوئی لڑائی کی۔ باوجود اس کے یورپین مصنفین نے اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ناپاک تصویر پیش کی ہے تاکہ اسلام کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔ پھر دنیا میں مغربی حکومتوں کے غلبہ نے اس غلط بیانی کے پھیلنے میں زیادہ مدد کی۔ دوسری طرف خود مسلمانوں میں ایک متحارب مہدی کی بعثت کا خیال اس غلط فہمی کو زیادہ تقویت دینے کا موجب ہوا۔ اس بنیادی غلطی کی صحت احمدیت کا نمایاں کارنامہ ہے اور بانیٔ احمدیت کا مہدی ہونے کا دعوےٰ خود مسلمانوں کے دماغوں سے اس غلط خیال کو مٹانے کا موجب ہوا ہے۔ بالفاظ دیگر احمدیت نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ اسلام اپنی اشاعت اور ترقی کے لئے کسی دنیوی طاقت کا محتاج نہیں۔

پھر بانیٔ احمدیت نے اس غلط فہمی کو بھی رفع کیا کہ اگر کوئی مسلمان اسلام سے مرتد ہو جائے تو اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ آپ نے قرآن اور حدیث کی بنا ر پر اس بات کو واضح کیا کہ نہ تو کسی شخص کو جبراً مسلمان بنانا جائز ہے اور نہ اسے تلوار کے سایہ سے اسلام کے اندر رکھنا مناسب ہے اور س طرح اسلام کے چہرہ سے اس بدنما داغ کو دور کر دیا کہ اسے زندہ رہنے کے لئے کوئی روحانی طاقت حاصل نہیں۔ تحریک احمدیت کے اس نقطۂ نگاہ کی وجہ سے کہ اسلام کو اپنی اشاعت کے لئے تلوار کی کوئی حاجت نہیں ہے بہت سے لوگوں نے بانیٔ احمدیت پر یہ جھوٹا الزام لگایا ہے کہ انہوں نے جہاد کے اسلامی حکم کو منسوخ کر دیا ہے۔ میں اس کے متعلق پہلے لکھ چکا ہوں حقیقت یہ ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد صاحبؑ نے اس موضوع پر کافی روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ جہاد جو ایک شخص ہمیشہ اسلام کے لئے جاری رکھ سکتا ہے' یہ ہے کہ انسان روحانی طور پر راہِ الٰہی میں سرگرم عمل رہے اور اسلام کا پیغام دوسروں کو پہنچانے کے لئے سعی بلیغ سے کام لے اور کہ تلوار کے ساتھ جہاد صرف اسلام کی مدافعت کے لئے خاص شرائط کے ماتحت ہو سکتا ہے۔ آپ نے تعلیم اسلام کو پھیلانا ہی اس زمانے کا جہاد قرار دیا اور دوسرے مذہبی لیڈروں نے اپنے شاگردوں کو روحانی ترقی کے لئے مختلف افکار و مجاہدات اور بعض مشکل ریاضتوں کی تعلیم دی جن کا کوئی نشان حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نہیں پایا جاتا لیکن اس کے خلاف بانیٔ احمدیت نے بیعت لیتے ہوئے اپنے پیرؤوں کو یہی تلقین کی کہ اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں سخت جد وجہد سے کام لیں۔

تحریکِ احمدیہ کی تیسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کو تمام دوسری چیزوں پر فوقیت دی جائے، تمام مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہوئے کہ قرآن کریم ہی مسلمانوں کی رہبری کا حقیقی سرچشمہ ہے تاہم عملاً وہ فقہ کو قرآن اور حدیث پر زیادہ فوقیت دیتے اور کتاب اللہ کو پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے لوگ مذہبی

اصولوں یا ان کے کسی حصّہ کے لئے چار اماموں سے سند حاصل کرتے ہیں، اور اہل حدیث حدیثوں کو شاہراہِ عمل سمجھتے ہیں، فقہ کو بڑی سے بڑی اہمیت دینے سے اسلام کی سادگی اور خوبصورتی کٹھن اور اعصاب شکن سوالات کی الجھنوں میں زائل ہو جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان قوم کی قوتِ عمل جاتی رہتی ہے۔ تعلیمات اسلام کے متعلق مسیحی مصنفین نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ زیادہ تر فقہی اجتہادات پر مبنی ہیں اور اس طرح وہ یورپین لوگوں میں اسلامی معتقدات اور امانیات کی سادہ تعلیمات کو پیچیدہ اور بگڑی ہوئی شکل میں پیش کر کے اسلام کے متعلق نفرت و حقارت پیدا کر دیتے ہیں، ان غلط فہمیوں کو رفع کرنے اور اسلام کی صحیح تعلیم دینے کی غرض سے میدان صاف کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اسلام کی اصل سادگی اور خوبصورتی کو واضح کیا جائے۔ یہ وہ کام ہے جس کے لئے بانیٔ احمدیت نے ایک مسلمان کی زندگی میں قرآن کریم کے براہ راست مطالعہ اور اس کا علم حاصل کرنے پر زور دیا اور حدیث اور فقہ اور فقہ کے مقابلہ میں قرآن کریم کے صحیح مقام کی نشاندہی کی۔ بانیٔ احمدیت مسلمانوں کی اصلاح اور غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے لئے قرآن کریم کو سب سے بڑے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ احمدی اگرچہ حدیث اور اس کے بعد چاروں اماموں کے اجتہاد کو عزت و توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو قرآن کریم کے بعد یکے بعد دیگرے مذہبی معلومات کے حصول کے دو ذرائع سمجھتے ہیں تاہم ان کی طاقت زیادہ تر قرآن کریم کا علم پھیلانے میں صرف ہوتی ہے جو پہلے مسلمانوں کی زندگی کا حقیقی ذریعہ تھا اور جو اب بھی انہیں نئی زندگی عطا کرنے کی اہمیت رکھتا ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ نے اپنی تصنیفات میں خواہ اسلام کی تائید میں آپ نے لکھیں یا دوسروں کے باطل معتقدات کی تردید میں تحریر فرمائیں اپنے تمام دلائل کی بنیاد کتاب اللہ ہی پر رکھتے تھے۔ ضروری مباحثات اور نزاعات کے موقعہ پر یا کسی اور مضمون پر کوئی کتاب لکھنے سے پہلے آپؑ کا طریق عام طور پر یہی تھا کہ قرآن کریم

کو شروع سے آخر تک پڑھتے اور زیر تصنیف کتاب کے لئے تمام خیالات اور نتائج اس سے اخذ کرتے تھے۔ غیر مسلموں اور مذہبی لیڈروں سے بحث کرنے سے پہلے آپ یہ شرط پیش کرتے تھے کہ جو بھی دعاوی اور دلائل پیش کئے جائیں ان کی مذہبی کتابوں پر مبنی ہونے چاہئیں۔ اور اس اصول پر آپ خود عمل پیرا تھے خواہ مخالف فریق اس شرط کو پورا نہ کرسکیں۔ یہ وہ طریق تھا جس سے قرآن کریم کی شان اور عظمت کو آپ ثابت کرتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت مرزا صاحب نے قرآن کریم کے متعلق بہت سی دیگر غلط فہمیوں کو جو مسلمانوں میں رائج تھیں، دور کر دیا۔ مثلاً عام طور پر یہ خیال مسلمانوں میں پایا جاتا تھا کہ قرآن کریم میں بعض ایسی آیتیں پائی جاتی ہیں جو بعض دوسری آیات سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ اس خیال کو قبول کرنے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ کتاب مقدس تناقضات کا مجموعہ ہے۔ اس غلط عقیدہ کو حضرت مرزا صاحب نے رد کر دیا اور صاف طور پر اس بات کو واضح کیا کہ قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت نہیں جو کسی دوسری آیت کی وجہ سے منسوخ ہو گئی ہو۔

علاوہ ازیں حضرت مرزا صاحب نے یہ اعلان کرکے کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے قرآن کریم کی تفسیر میں عقلی دلائل سے کام لینے کی حوصلہ افزائی کی، آپ نے خود عقلی اور روحانی صداقتوں کے مابین صحیح تعلق قائم کرکے اور سائنس اور ادب دونوں طریق سے قرآن کے معانی بیان کرکے اور ان عجیب و غریب فرضی کہانیوں سے اعراض کرکے جو اس وقت قرآن کریم کی تفسیر کا ضروری حصہ سمجھا جاتا تھا اور علماء کی جہالت اور تنگ دلی کے خلاف جنگ کرکے اور یہ اصول قائم کرکے قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے خود قرآن ہی کو دوسری تمام چیزوں پر مقدم کیا جائے اور اس کے بعد حدیث کو ملحوظ رکھا جائے (لیکن ان روایات کو جو کہانیوں پر مشتمل ہیں نہایت احتیاط اور پوری تحقیق کے بعد قبول کیا جائے) اور الفاظ کے پوری احتیاط کے ساتھ ایسے معنے کئے جائیں جو تاریخ اور انسانی عقل و خرد یا تجربہ کے خلاف نہ ہوں اپنے مریدین کی راہبری فرمائی۔

دعوئے نبوّت سے انکار

تقریر کو ختم کرنے سے پہلے میں حضرت مرزا صاحب بانیؑ احمدیت کی پوزیشن کو اس الزام سے کہ انہوں نے نبی ہونے کا دعوےٰ کیا تھا صاف کرنا چاہتا ہوں۔ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ بنیادی طور پر آپؑ کا دعوےٰ چودھویں صدی کا مجدد ہونے کا تھا۔ اس بات کا اعلان آپؑ کی اوّلین تصنیف براہین احمدیہ میں کیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جن میں تعلیماتِ قرآن کی صداقت پُر زور دلائل سے ثابت کی گئی اور الہام الٰہی کی ضرورت پر زور دیا گیا اور اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ الہام الٰہی زمانہ ماضی ہی کی چیز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس امت کے برگزیدہ لوگوں سے ہمیشہ ہم کلام ہوتا ہے۔ اس بارے میں آپؑ نے اپنے بہت سے مکاشفات اور الہامات کا حوالہ دیا اور ان میں سے کئی ایک کے پورے ہونے کا ذکر کیا۔ اس کتاب کی اشاعت سے مسلمانوں پر نہایت خوشگوار اور گہرا اثر پڑا۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر علماء نے آپ کی راستبازی اور پاکیزہ زندگی، آپ کی خدمات اسلام اور مخالفین اسلام کے مقابلہ میں دلیرانہ اقدام کی بہت تعریف کی۔ اس کے چند سال بعد آپ نے یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور جس مسیح کی آمد کا وعدہ امتِ محمدیہ کو دیا گیا ہے وہ مجدد ہے اور آمدِ مسیح کے متعلق جو پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں، مثیل مسیح کی ذات سے ہی تعلق رکھتی ہیں جس کا کام جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے تلوار سے اسلام کو پھیلانے کا نہیں بلکہ دلائل اور حجج قاطعہ سے اسے دوسروں تک پہنچانا ہے ان دعاوی کی وجہ سے علماء اس شخص کو جسے وہ اسلام کا سب سے بڑا پہلوان سمجھتے تھے دشمنِ اسلام سمجھنے لگ گئے۔ ان الزامات میں سے جو آپ پر لگائے گئے ایک یہ ہے کہ مسیح موعودؑ ہونے کے دعوے کے ضمن میں آپ نے اپنے لئے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس الزام کی پورے زور سے تردید کی اور اس بات کو واضح کیا کہ احادیث میں عیسیٰ ابن مریم

کی دوبارہ بعثت کے ذکر میں جو "نبی کا" لفظ آیا ہے وہ محض لغوی معنے رکھتا ہے یعنی اللہ تعالےٰ سے الہام پاکر پیشگوئی کرنے والا۔ علاوہ ازیں ایک محدث جو مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے اسے مجازی طور پر نبی کہا جاسکتا ہے۔ اس بارہ میں ذیل میں میں آپ کی کتابوں سے چند بیانات نقل کرتا ہوں :-

"آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔"

(ازالہ اوہام صـ ۳۴۹)

"مجازی معنوں کی رُو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔"

(سراج منیر صـ ۳)

"سمیت نبیّا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ

میرا نام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مجاز کے طور پر نبی رکھا گیا نہ کہ حقیقی رنگ میں۔"   (الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی صـ ۶۴)

آخری حوالہ اس کتاب سے نقل کیا گیا ہے جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی (یعنے آپ کی وفات سے صرف ایک سال پہلے) اس سے ظاہر ہے کہ اس بارہ میں شروع سے آخر تک آپ کا ایک ہی عقیدہ رہا ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

دوسری طرف دعوٰے نبوت سے انکار کے بارہ میں آپ کی تمام تحریرات شروع سے آخر تک نہایت صاف، شک وشبہ سے بالکل پاک اور یقین سے بھری ہوئی ہیں۔ اس حقیقت کو پوری صفائی سے اس جگہ واضح کرنا ضروری ہے۔ ان بیانات میں جو اوپر نقل کئے گئے ہیں اور ایسے ہی دوسرے کئی ایک بیانات میں آپؑ نے حدیث نبویؐ اور بعض اپنے الہامات میں لفظ نبی کے استعمال کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اپنی تمام تصنیفات میں آپ نے کبھی خود نبی ہونے کا دعوٰے نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی کتابوں سے چند

اور حوالے ذیل میں درج ہیں :-

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

(مجموعہ اشتہارات ص۲۲۴)

"ہمارے پیشوا اور مقتدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد دعوے نبوت کرنے والے کو میں کاذب اور کافر سمجھتا ہوں"

(اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

"میں ہر اس شخص کو جو ختم نبوت کا انکاری ہو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"

(تقریر واجب الاعلان بمقام دہلی ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

"ما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین"

ترجمہ :- اور میرے لئے شایاں نہیں کہ میں نبوت کا دعوے کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی قوم سے جا ملوں"

(حمامۃ البشریٰ ص۷۹)

ایسے بیانات کثرت سے آپ کی کتابوں سے نقل کئے جا سکتے ہیں جن میں آپ نے دعوئے نبوت سے انکار کیا ہے۔ اس کے خلاف آپ نے دعوئے محدثیت کا اقرار کرتے ہوئے نہائت صفائی کے ساتھ لکھا ہے کہ :-

"یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۰)

اس بارہ میں زیادہ تفصیلات بیان کرنا میری اس تقریر کے دائرہ سے باہر ہے لیکن

ایک اور بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تمام کتابوں میں ایک دفعہ بھی نبی ہونیکا دعوےٰ نہیں کیا اور آپ نے دعوےٰ نبوت سے بار بار اور نہایت صاف لفظوں میں انکار کیا تاہم پہلے آپ کے معاندین نے اور بعد ازاں آپؑ کی جماعت کے ایک حصہ نے آپ کو نبی ہونے کا مدعی قرار دیا جو یسوع مسیح کے ساتھ دلچسپ مشابہت کا موجب ہے۔ جناب مسیح نے کبھی خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اگرچہ انہوں نے اپنے علم کلام میں مجازاً اپنے آپ کو ابن اللہ قرار دیا۔ تاہم نہ صرف یہودیوں نے انہیں مدعی الوہیت قرار دے کر کفر و الحاد کا مرتکب ٹھہرایا بلکہ ان کے غالی پیروؤں نے بھی اسی بات کا اقرار کیا کہ فی الحقیقت انہوں نے خدا ہونے کا دعوےٰ کیا تھا صرف ایک چھوٹی سی جماعت جو یونیٹیرین (موحدین) کے نام سے موسوم ہیں اس حقیقت پر بھی رہی کہ انہوں نے کبھی خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ قرآن کریم نے جو جناب مسیح کے چھ سو سال بعد نازل ہوا اس چھوٹی سی جماعت کے عقیدہ کو صحیح قرار دیا اور یہود اور دوسرے عیسائیوں کے خیالات کو غلط ٹھہرایا۔ یہی مثال مسلمان قوم کے مسیح پر عائد ہوتی ہے۔ جب حضرت مرزا صاحب نے مسیح موعودؑ ہونیکا دعوےٰ کیا تو ان کے دشمنوں نے اس غلط خیال کی بناء پر کہ انہوں نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے انہیں کافر قرار دیدیا۔ اور پھر ان کی وفات کے بعد ان کے پیروؤں میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے ایک ایسے شخص کی اقتدار میں جسے کوئی خدائی سند حاصل نہ تھی یہ عقیدہ بنا لیا کہ حضرت مرزا صاحب فی الحقیقت نبی ہونے کے مدعی تھے۔ تاہم دوسرا فریق جو بہت تھوڑی تعداد رکھتا ہے اسی عقیدہ پر جما رہا کہ آپ نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور یہی فی الحقیقت صحیح ہے۔ جناب مسیح جو ایک نبی ہیں الوہیت کے مدعی قرار دیئے گئے اور آج ہمارے زمانہ میں ایک مجدد کو نبی بنا دیا گیا۔

خاتمہ:۔ تحریک احمدیت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ یہ ایک ایسی تحریک ہے جو دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے جاری ہوئی اور اس

کی تمام نمایاں خصوصیات اسی نتیجہ تک پہنچانے کے ذرائع ہیں۔ بانیٔ تحریک کے دعاوی کی قبولیت بھی اسی اشاعت اسلام کے مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ان دعاوی کو قبول کرنے سے انسان اپنے اندر ایک زبردست قوت ایمانیہ محسوس کرتا ہے جیسا کہ ان بڑے بڑے لوگوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے جنہیں بانیٔ تحریک سے براہ راست تعلق کا شرف حاصل ہوا اور انہیں نہ صرف اس بات کا پورا یقین اور ایمان تھا کہ اسلام دوسرے تمام مذاہب پر غالب آئیگا بلکہ عملی طور پر وہ اسلام کے عظیم مبلغ بن گئے۔ بانیٔ احمدیت کے ساتھ روحانی تعلق کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک احمدی کے دل میں عملی ایمان کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکے دل سے اس قسم کے غلط خیالات محو ہو جاتے ہیں جو مسیح کی آمد ثانی، دجّال کی دکھ دہ باتیں یاجوج ماجوج کے غلبہ اور خونی مہدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک احمدی اور غیر احمدی کے مابین بہت بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ غیر احمدی کسی ایسی شخصیت کے منتظر ہیں جو آکر اسلام کو ترقی دیگا۔ لیکن احمدی یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یہ ان کا اپنا کام ہے اور انہیں اس کو سر انجام دینے کی طاقت ہے۔ حاصل وہ لوگ جو بانیٔ احمدیت کے ساتھ دلی تعلق اور ایمان رکھتے ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ حضور صلعم نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ اسلام کے ابتدائی غلبہ کے بعد مسلمانوں پر انحطاط، غربت اور مصائب کا زمانہ آئیگا۔ لیکن بعد ازاں اسلام پوری شان کے ساتھ آگے بڑھے گا اور اپنی روحانی طاقت سے دنیا کو فتح کرے گا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب وہ پیشگوئیاں جو اسلام کی دوبارہ زندگی سے تعلق رکھتی ہیں مسیح موعودؑ کی بعثت سے پوری ہو رہی ہیں۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اسلام کا پیغام دنیا کے کونوں تک پہنچا دیں۔ دلوں کو فتح کرنے کی طاقت اسلام میں موجود ہے۔ لیکن یہ ہمارا فرض ہے کہ اس کو آگے لیجا کر کامیابی سے ہمکنار کریں۔

اللّٰھم انصر من نصرہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا

منهم اللهم اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔ اے اللہ اس شخص کی نصرت فرما جو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کرے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرما۔ اے اللہ اس شخص کو ناکام فرما جو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ناکامی کا موجب ہو اور ہمیں ان لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔ آمین۔